

اقوام مغرب کا عبرتناک انجام

(مولانا ابوالاعلیٰ مودودی)

[ترجمان القرآن کے پچھلے پرچم کا مطالعہ کرتے ہوئے جلد ۱۵ عدد ۱ بمطابق رجب
سہ ماہ (ستمبر ۱۹۵۷ء) کے پرچم میں اشارات کے صفحات کو بالکل نکالی پایا۔ اس چیز کو
دیکھ کر فطری طور پر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اس کی وجہ معلوم کی جائے پناغیہ اس سے
انگے شمارہ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلا کہ یہ اشارات جنگ کے بارے میں تھے جنہیں اُس
وقت کی حکومت پنجاب نے شائع کرنے کی اجازت نہ دی تھی۔ جہاں تک ہمیں یاد پڑتا
ہے یہ اشارات ترجمان القرآن میں آج تک نہیں چھپے۔ ترجمان القرآن کی وہ فائیل جو
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنے پاس رکھتے ہیں اُس میں مولانا نے خود اپنے ہاتھ سے
ان خالی صفحات میں ان اشارات کو درج کیا ہے۔ ہم آج سے تقریباً ۱۹ سال پہلے
کے لکھے ہوئے یہ اشارات ایک تاریخی دستاویز کے طور پر ان صفحات میں شائع کرتے

ہیں — نائب مدیر]

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ -

آخر کار وہ فساد جس کا مادہ مدتوں سے پک رہا تھا، زمین پر پھوٹ پڑا اور اُس نے خشکی اور تیزی اور ہوا سب کو
اپنی لپیٹ میں لے لیا جن مفسدانوں اور متذبح حیاتیات دنیا کی حرص جماعتوں کے ہاتھ میں اس وقت عالم انسانی
کی باگیں ہیں، ان کے کزوت آخر کار عذاب الہی کی صورت میں نہ صرف خود ان پر مسلط ہو کر رہے، بلکہ اس دنیا
کو بھی انہوں نے آگھیرا جس نے خدا کی بندگی چھوڑ کر ان مفسدوں کی بندگی قبول کر رکھی ہے۔ اب زمین پر وہ سب
کچھ ہو گا جس پر خدا نے لعنت بھیجی ہے۔ بستیاں غارت ہونگی کھیتیاں اور نسلیں تباہ کی جائیں گی۔ انسان کو
انسان بھیریں سے بھی زیادہ زندگی کے ساتھ بھاڑے اور چیرے گا۔ بچوں اور عورتوں اور بوڑھوں اور بیماریوں

تک کو امان نصیب نہ ہوگی۔ انسان نے صدیوں میں جو کچھ اپنی محنت اور ذہانت سے بنایا ہے وہ ان کی آن میں بگاڑ کر رکھ دیا جائے گا۔ کمزور قوموں کے آدمی زمین کے ہر گوشے سے کھینچ کھینچ کر لائے جائیں گے اور شیاطین مغرب کی قربانگاہ حرم و ہوس پر ان کو ٹھیلوں اور بکریوں کی طرح ذبح کر دیا جائے گا۔ غریب اور بے بس قوموں کی کاٹھی کماٹیاں طرح طرح سے سنوتی جائیں گی اور ان کو اس آتش بازی میں پھونک دیا جائے گا جو زمین کی خداوندی کے جھوٹے مدعیوں نے ایک دوسرے کے مقابلے میں شروع کی ہے۔ غرض اب نوع انسان کے لیے اپنے اس گناہ کی پوری سزا پانے کا وقت آ گیا ہے کہ اس نے ان سرکشوں کو اپنا مطلع اور پیشوا بنایا جو خدا کو جھوٹے سوتے ہیں اور شیطان کی بندگی میں حد سے گزر گئے ہیں۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ۔

ابھی اس فسادِ عظیم کو صرف ۲۱ سال ہی گزرے ہیں جس نے پورے چار برس تک دنیا کو تہ و بالا کر رکھا تھا۔ ایک کروڑ آدمیوں کا ہلاک اور تین کروڑ کا زخمی ہونا، اٹھرب روپے کے سرمایے پر پانی پھر جانا، ملکوں اور سلطنتوں کا تباہ ہونا، اور دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک قوموں کی اخلاقی و روحانی اور تمدنی و سیاسی زندگی میں ایک شدید بحرانی کیفیت کا پیدا ہو جانا، یہ اس فتنہ کبریٰ کے نتائج تھے جسے دنیا جنگِ عظیم کے نام سے یاد کرتی ہے۔ مگر اتنے بڑے ہولناک حادثے سے بھی یورپ کے خدا شناس ارباب سیاست کی آنکھیں نہ کھلیں اور انھوں نے چند ہی سال بعد ایک دوسرے اور عظیم تر فتنہ کا جھنڈا بلند کر دیا۔ درآغالیکہ ابھی پچھلے فساد کے دل دہلا دینے والے نتائج ان کی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔ یہ دراصل اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے دل کی آنکھیں بالکل اندھی ہو چکی ہیں، یہ اپنی روحِ شیطان کے ہاتھ فروخت کر چکے ہیں اور اب یہ کسی چیز سے عبرت و نصیحت حاصل نہ کریں گے یہاں تک کہ تقاضے الہی ان کے شر اوصان کی سرکشی کی جڑ کاٹنے کا آخری فیصلہ کرے اور انھیں خود ان کے ہاتھوں سے اس طرح تباہ و برباد کر اسے کہ یہ آئندہ نسلوں کے لیے افسانہ بن کر رہ جائیں۔ وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذًا أَلِيمٌ شَدِيدٌ۔

یورپ کے بدترین سیاست کی اندیازی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک طرف تو یہ اندر ہی اندر فتنہ انگیزیاں کرتے رہتے ہیں، اور دوسری طرف جب ان کی شرارتوں کا میگزین پھٹنے پر آتا ہے تو ان میں

سے ہر ایک اصلاح اور امن پسندی کا مدعی، حق و انصاف کا حامی اور ظلم و زیادتی کا دشمن بن کر اٹھتا ہے اور دنیا کو تعین دلانا چاہتا ہے کہ میں تو صرف خیر و صلاح چاہتا ہوں، مگر میرا تمہارا مقابل ظلم و بے انصافی پر تلا ہوا ہے۔ لہذا آؤ اور میری مدد کرو۔ حقیقت میں تو یہ سب ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ سب ظلم و فساد کے امام ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا دامن مظلوموں کے خون سے سُرخ ہے۔ ہر ایک کا نامہ اعمال ان سب گناہوں سے سیاہ ہے جن کا الزام یہ ایک دوسرے پر لگاتے ہیں۔ لیکن یہ ان کی پرانی عادت ہے کہ جب یہ اپنی مفسدانہ اغراض کے لیے لڑتے ہیں تو اخلاق اور انسانیت اور جہودیت اور کمزور قوموں کے حقوق کی حمایت کا سراسر جھوٹا دعویٰ لے کر دنیا کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ وہ بہت سے بے وقوف انسان جو ان کے قبضہ قدرت میں ہیں، ان کی لڑائی کو حق اور انصاف کی لڑائی سمجھ کر ان کی ناپاک خواہشات کے حصول میں مددگار بن جائیں، اور وہ بہت سے خوشامدی لوگ جو اپنی ذلیل اغراض کے لیے ان کا ساتھ دینے پر آمادہ ہیں، اپنے آپ کو ایک مقصد حق کا حمایتی بنا کر پیش کریں اور سُرخ رو بن جائیں۔

فساد انگیزی کے ساتھ اناحقن مصلحوں کے ان جھوٹے دعوؤں کی حقیقت کھلی جنگ میں چندی طرح کھل چکی ہے۔ جنگ عظیم کی تاریخ آج کسی سے پوشیدہ نہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ ایک طرف انگلستان، فرانس، روس اور اٹلی، اور دوسری طرف جرمنی اور آسٹریا کی جتھ بندی کن اغراض کے لیے ہوئی تھی۔ کس قسم کے مفاد تھے جن کے لیے یہ دونوں جتھے ایک دوسرے کے مقابل لڑنے پر آمادہ ہوئے تھے، اور پھر ملکوں کی تقسیم اور سلطنتوں کے بٹوارے کی کیا سازشیں انھوں نے آپس میں کی تھیں۔ مگر کچھ یاد ہے کہ جنگ کے آغاز میں اور جنگ کے دوران میں ہر فریق کیسے کیسے بلند بانگ دعوؤں کے ساتھ دنیا کو یہ فریب دینے کی کوشش کی تھی کہ ہم دنیا کو ظلم و ستم کے تسلط سے بچانے اور ضعیف قوموں کو آزادی کی نعمت سے بہرہ اندوز کرنے کے لیے لڑ رہے ہیں؟

پھر جب لڑائی میں ایک فریق کو فتح نصیب ہوئی تو اس نے کس طرح اپنے وعدوں اور معاہدوں کو پورا کیا؟ اپنی حق پرستی اور انصاف پسندی کی کیسی روشن مثالیں پیش کیں؟ ضعیف قوموں پر آزادی کی نعمت، اور مظلوم انسانیت پر عدل کی رحمت کس کس طرح بھروسائی؟ اس کی شہادت ہندوستان، عراق،

شام، فلسطین، مصر، سمیرنا، تھریس، ٹیونس، الجزائر، اور مراکش کا ایک ایک ذرہ دے رہا ہے۔
اب یہ لوگ پھر وہی غرقہ سالوں میں پہن کر ہمارے سامنے آئے ہیں کہتے ہیں کہ اس جنگ کے میدان
میں ہم کسی خود مرضی کی بنا پر نہیں کوڑے ہیں بلکہ ان اصولوں کی حفاظت کے لیے کوڑے ہیں جو تمام عالم
انسانی کی فلاح سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارا مقصد بین الاقوامی عدل اور بین الاقوامی اخلاق کو تباہی سے بچانا
ہے ہم یہ اصول دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں کہ مہذب انسان اپنے اختلافات کا فیصلہ معقولیت اور
استدلال سے کرے نہ کہ حیوانی قوت کے زور سے۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ انسانوں کے معاملات میں
جنگ کا قانون جاری نہ ہونے پائے، یعنی ایسا نہ ہو کہ بلا لحاظ حق و انصاف ہر طاقت ور کی بات کمزور کو
ماننی پڑے، اگر ہم ان مقاصد عالیہ کے لیے جنگ نہ کریں تو دنیا میں مہذب انسانوں کی زندگی دو بھر
ہو جائے گی، انسانی روح کے لیے کوئی آزادی باقی نہ رہے گی اور انسانی تہذیب و تمدن کے پُر امن نشوونما
کا راستہ بند ہو جائے گا۔ کیونکہ ہمارے مقابل جبر و زور کی بالائری قائم کرنے کے لیے جو کچھ کر رہا ہے اس
کے کامیاب ہو جانے کے معنی انسانی تہذیب کی کامل بربادی کے ہیں۔
یہ وعظشن کر بے اختیار منہ سے نکلنا ہے :

اتنا بڑھا پاکی داماں کی حکایت

دامن کو ذرا دیکھو ذرا بندہ تباہ دیکھو

اللہ اللہ! جناب اور بین الاقوامی عدل؛ جناب اور بین الاقوامی اخلاق؛ یہ انسانی روح کی آزادی
کس تاریخ سے جناب کی نگاہ میں اس قدر عزیز ہو گئی کہ اس کے لیے آپ اپنا مال اور اپنی جان تک
قربان کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے؟ آپ نے کب سے یہ اصول تسلیم فرمایا کہ مہذب انسان اپنے اختلافات
کا فیصلہ حیوانی قوت کے بجائے معقولیت اور استدلال سے کرے؛ جنگ کا قانون آپ کے مدد و اختیار
میں کس روز منسوخ ہوا اور کب وہ ساعت مسجد آئی کہ کمزور کے مقابلہ میں جناب والا حق و انصاف کا لحاظ
فرمانے لگے؛ فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنِ اْتَقٰی۔ آپ کے تو نامہ اعمال کا ورق ورق ان
تمام جرائم کی شہادت دے رہا ہے جن کے سدباب کا آج آپ اعلان فرما رہے ہیں۔ آپ کے وسیع

مقبوضات گواہ ہیں کہ دنیا میں جنگ کا قانون نافذ کرنے والے سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر آپ ہیں۔ آپ کی جہاگیرانہ تاریخ کا صفحہ صفحہ اس بات کا ثبوت دے رہا ہے کہ بین الاقوامی عدل اور بین الاقوامی اخلاق کو اپنی تجارتی اور سیاسی اغراض پر قربان کرنے میں آپ نے کبھی دریغ نہیں کیا اور جہاں آپ کی حیوانی قوت کا اندر چل سکا وہاں آپ نے کبھی یہ اصول تسلیم نہ کیا کہ مہذب انسان کو اپنے اختلافات کا فیصلہ معقولیت اور استدلال سے کرنا چاہیے۔ پچھلی تاریخ کو چھوڑیے۔ آج صین اس وقت جبکہ حضور کی زبان مبارک سے ان مقاصدِ عالیہ کا اعلان ہو رہا ہے، آپ کے اپنے ہاتھوں سے فلسطین میں وہ سارے مقاصد پامال ہو رہے ہیں جن کی حمایت کا آپ دعویٰ فرماتے ہیں۔ یہ نئے اور پرانے دھتے اپنے دامن پر رکھتے ہوئے جناب کا اظہارِ پاک و امنی اندھوں کو تو دھوکا دے سکتا ہے مگر آنکھوں والے دھوکا نہیں کھا سکتے۔ یہ کاٹھ کی مہنڈ یا آخر کب تک چڑھتی رہے گا؟ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا

آتَاوَابُ يُجَيِّتُونَ أَنْ يَحْمَدُوا بِمَا لَمْ يُفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ۔

یہ جنگ جو اب شروع ہوئی ہے اس کے اسباب کسی سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ اس کی پناہ اسی روز رکھ دی گئی تھی جس روز پچھلی جنگ ختم ہوئی تھی۔ آج جو حق و انصاف اور بین الاقوامی عدل کے مدعی بن کر اٹھے ہیں انھوں نے پچھلی جنگ میں فتح حاصل کرتے ہی دنیا میں ”جنگل کا قانون“ نافذ کر دیا تھا۔ انھوں نے ملکوں کا اس طرح بٹوارا شروع کیا جس طرح ڈاکو مال لوٹنے کے بعد آپس میں تقسیم کرتے ہیں۔ انھوں نے قوموں کو بھڑکیا اور بکریوں کی طرح آپس میں بانٹا اور ان کا لین دین کیا۔ یہ اُس وقت اپنے دورانِ جنگ کے بلند بانگ دعوے سب بھول گئے اور انھوں نے ٹھیک اسی طرح مغلوب قوموں کے ساتھ برتاؤ کیا جس طرح جنگل میں کوئی دندہ اپنے شکار کے ساتھ کرتا ہے، یعنی بلا لحاظ حق و انصاف محض طاقت کے بل پر کمزور کو اپنے فیصلے کے آگے جھکتے پر مجبور کیا۔ انھوں نے زندہ اور احساس خودداری رکھنے والی قوموں کے سر اور سینہ پر اتنی ٹھوکریں لگائیں اور لگاتے چلے گئے کہ بالآخر وہ جوشِ غضب سے دیوانی ہو گئیں۔ انھوں نے اپنا دماغی توازن کھو دیا اور ان پر ایک شدید انقلابی بحران طاری ہو گیا۔ اسی بحران کا نتیجہ ہے کہ ایک طرف وہ ترک کی قوم جو پانسو برس تک مسلم دنیا کے ساتھ گہرے روحانی رابطوں

میں بندھی ہوئی تھی، ایک سخت قسم کے قوم پرستانہ مسلک کی پیروی گئی اور اب تک اس کا توازن درست نہیں ہو سکا ہے۔ دوسری طرف اسی بحران کی بدولت وہ عظیم الشان جرمن قوم جو دورِ جدید میں سائنس اور فلسفہ اور علوم اجتماع کی علمبردار رہی ہے، اور جس کے تہذیبی کارنامے اس عہد کی تاریخ میں سب سے زیادہ درخشاں ہیں، قوم پرستی کے انتہائی سخت جنون میں مبتلا ہو گئی اور اس نے اپنے آپ کو اس جاہلانہ فلسفہٴ حیات اور اس جاہلانہ نظامِ سیاسی کے سپرد کر دیا جس کو معمولی حالات میں دنیا کی کوئی تہذیب تعلیم یافتہ اور صاحبِ عقل و عجز قوم قبول نہیں کر سکتی۔

پس جرمنی میں نازیٹ کا عروج اور اس پر جبر و قہر و استبداد کے دیوتا کا تسلط اہل پرہنگوٹی و جہانگیری کے بھوت کا غلبہ براہِ راست نتیجہ ہے اُن لوگوں کی حد سے بڑھی ہوئی حرص و ہوس کا، جو آج دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بین الاقوامی عدل قائم کرنے اور جنگ کے قانون کو مٹا کر اخلاق اور تہذیب کا قانون نافذ کرنے اٹھے ہیں۔ یہ یہما کسبیت اَبیدی الناس کی تفسیر ہے اور یہ تفسیر اب آگ اور خون سے لکھی جا رہی ہے۔

اور اب بھی یہ دعویٰ سراسر باطل ہے کہ انھوں نے اپنی حرص و ہوس کے نتائج کو محسوس کر لیا ہے اور اس سے ہاتھ اٹھا کر اب یہ صرف اس لیے لڑ رہے ہیں کہ بین الاقوامی عدل قائم ہو۔ بین الاقوامی عدل تو کئی سال سے ان کی آنکھوں کے سامنے پامال ہو رہا ہے۔ چین، جاپان، الہانیا، آسٹریا، یوہیمینا، اسپین، ہنگری، ہسپانیہ، اس کی پامالی کا نوحہ خواں ہے۔ پھر ان میں سے کسی موقع پر انصاف پسندی اور حمایتِ تہذیبِ انسانی کی رگ کیوں نہ پھڑکی؟ کیا انسان صرف پولینڈ ہی میں بستے ہیں کہ صرف انہی کو جنگ کے قانون سے بچانے کی ضرورت لاحق ہوئی ہے اور وہ کرٹوں، چینی، جاپانی، البانوی اور چیک وغیرہ انسان نہ تھے کہ جنگ کا قانون ان پر ٹھنڈے دل سے نافذ ہو جانے دیا گیا؟

صاف کہہ رہے ہیں کہ اصل معاملہ مقبوضات ماوراء بحر کا ہے اور خطرہ دراصل یہ ہے کہ پولینڈ پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد جرمنی پہلے اپنی ان نوآبادیات کا مطالبہ کرے گا جو پہلی جنگ میں اس سے چین کی گئی تھیں اور پھر دنیا کے وسیع عرصہٴ حیات میں جہاں اب تک آپ ہی کی کبریائی کا ڈنکا بج رہا ہے۔

یہ نئی ابھرنے والی طاقت آپ کی برتری کو چیلنج کرے گی۔ لہذا آپ چاہتے ہیں کہ اس سے پہلے کہ یہ اس طرف پیش قدمی کرے، دروازے ہی پر اسے کیوں نہ روک دو۔ یہ ہے اصل غرض میدان جنگ میں کونے کی، نہ کہ اس انسانیت کی حفاظت و حمایت جس پر جنگ کا قانون پہلے ہی نافذ ہو چکا ہے اور ڈیڑھ صدی سے نافذ چلا آ رہا ہے۔

پھر جبکہ لڑائی کی اصلی غرض یہ ہے تو دنیا سمیت احمق ہوگی اگر وہ اس جنگ کے متعلق یہ سمجھے گی کہ ایک طرف حق ہے اور دوسری طرف باطل حقیقت میں دونوں طرف باطل ہی باطل ہے۔ حق اور انصاف کا کسی فریق کے مقاصد جنگ میں شائبہ تک نہیں۔ دونوں فریق اپنی اپنی اغراض کے لیے لڑ رہے ہیں ایک چاہتا ہے کہ جن انسانوں پر میں جنگ کا قانون نافذ کر چکا ہوں، اب ان پر کوئی دوسرا اس قانون کو نافذ نہ کرنے پلٹے۔ دوسرا چاہتا ہے کہ جہاں یہ قانون پہلے سے نافذ ہے وہاں اس کا نفاذ ایک دفعہ پھر ہو جائے۔ اس صورت حال میں اگر کوئی فریب خوردہ انسان کسی فریق کو برتری سمجھتا ہے تو خدا اس کی عقل پر رحم کرے۔ اور کوئی فریب کار انسان حقیقت واقعہ کو جاننے کے باوجود اپنی ناپاک اغراض پر حق پسندی کا خوشنما پردہ ڈالتا ہے تو خدا اس کا پردہ کھول دے۔

اس عجائب کی دنیا میں شاید اس سے زیادہ عجیب کوئی بات نہیں ہے کہ جہاں ڈیڑھ صدی سے جنگ کا قانون نافذ ہے اور جن لوگوں کے ساتھ منقرطیت اور استدلال کے بجائے ہمیشہ حیوانی قوت ہی کے زور سے اختلافات کا فیصلہ کیا جاتا رہا ہے وہاں ٹھیک انہی لوگوں سے آج کہا جا رہا ہے کہ ہم اس جنگ کے قانون اور اس حیوانی طریق عمل کو مٹانے جا رہے ہیں، آؤ ہماری مدد کرو۔ جو لوگ خود انسانی آزادی سے محروم اور طاقت کی حکمرانی سے مغلوب ہیں۔ ان کو پکارا جاتا ہے کہ انسانی آزادی کی نصیحت کے لیے اور طاقت کی حکمرانی ختم کرنے کے لیے اپنی جان و مال قربان کرو۔ اور پھر انہیں بے وقوف بتاتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

”یہ اعلیٰ درجہ کے اصولی دین کو قائم کرنے کے لیے ہم لڑ رہے ہیں (ہندوستان سے بڑھ کر)

دنیا میں کہیں قدر و عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے، اور ہندوستان سے زیادہ کسی نے

ان کی حفاظت کو اہمیت نہیں دی ہے۔ اور میں پورا بھروسہ ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ وہ سب کچھ خطرے میں ہے جہاںسانی تہذیب کے لیے نہایت قیمتی ہے، ہندوستان طاقت کی حکمرانی کے مقابلہ میں انسانی آزادی کی حمایت پر اپنا زور صرف کرے گا اور اس مرتبہ کے ثنائی شان اس کام میں حصہ لے گا جو اسے دنیا کی بڑی قوموں اور تاریخی تہذیبوں میں حاصل ہے۔
کیا خوب ارشاد ہے! اس کا ایک ایک لفظ اس قابل ہے کہ "اخلاقی جسارت" کی زین مثال کے طور پر تاریخ میں محفوظ کر دیا جائے۔

عین اس وقت جبکہ یہ پیغام ہندوستان کو دیا جا رہا تھا، ہندوستان کے کمانڈر انچیف صاحب پیٹ فیلڈ رپورٹ پر تقریر کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ "ہندوستان کی اصلی سرحدیں ایک طرف ملایا اور سنگاپور ہیں اور دوسری طرف مصر و عدن اور خلیج فارس۔ یہ ممالک اگر ہندوستان کے دو سمتوں کی ملکیت میں نہ ہوں تو سمجھو کہ اس ملک کے سینے پر دو طرف سے سپتول کی شہست بندھی ہوئی ہے۔" دفاع کا یہ نظریہ کہ ایک ملک کی قدرتی سرحدوں سے سینکڑوں ہزاروں میل آگے اس کی سیاسی اور دفاعی سرحدیں قائم کی جائیں، اور پھر یہ اطمینان کرنے کے لیے کہ وہ سرحدیں اس ملک کے "دوستوں" کے قبضہ میں رہیں، یا تو براہ راست ان پر قبضہ کر لیا جائے یا ان کی حکومتوں کو اپنے زیر اثر لایا جائے یہی قیصریت اور جہانگیری کی جان ہے، یہی بس کی گانٹھ ہے، یہی ٹرائیوں کی بنیاد ہے، اسی سے ان مفاہات اور واجبات کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ پیدا ہوتا ہے جن کی حفاظت اور بجا آوری کے لیے ایک امپیریلٹ طاقت اپنی حدود سے بڑھتی اور بڑھتی چلی جاتی ہے، یہاں تک کہ اسے پورا اطمینان اس وقت تک نصیب نہیں ہوتا جب تک کہ تمام روٹے زمین کو وہ اپنے "دوستوں" کے قبضہ میں نہ دیکھ لے۔ کیونکہ جن مقامات کو وہ اپنی سرحد قرار دیتی ہے، ان کے تحفظ کے لیے ہزاروں ہزار میل اور آگے ایک سرحد قائم ہوتی ہے، اور پھر وہ اپنی حفاظت کا مطالبہ کرتے ہیں جس کی خاطر پھر سرحدیں ہزاروں ہزار میل آگے بڑھ جاتی ہیں

یہ جہانگیریانہ نظریات اس وقت بھی ان لوگوں کے دماغ میں چکر لگا رہے ہیں جبکہ یہ دنیا کو تقسیم

دلار ہے ہیں کہ ہم ایک دشمن انسانیت کی جنگجوئی کا سر کھینے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد اس امر میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے کہ ان میں امدان کے حریف میں اخلاقی حیثیت سے کوئی فرق نہیں۔ انسانیت کے لیے دونوں میں ایک کو انتخاب کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ دونوں کے نظریات ایک اصول ایک مقاصد ایک اور طرز عمل ایک۔ پھر آخر وجہ تزییح کیا ہے؟

جو لوگ اپنے کچھ اصول نہیں رکھتے بلکہ حالات کے لحاظ سے شخص یا قومی اغراض کے لیے سودا کرتے ہیں ان کا راستہ تو تاریکی میں ہے، اور وہ اسی راستہ کو ٹٹول ٹٹول کر چلیں گے۔ مگر مسلمان کا راستہ بالکل صاف ہے۔ اس کا مسلمان ہونا ہی یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے لیے ایک اصول، ایک ضابطہ ایک قانون رکھتا ہے۔ دنیا میں خواہ کچھ ہٹا کرے، مسلمان کا کام اپنے اصول کی پابندی کرنا ہے اس سے ہٹنے کے معنی ان لوگوں میں جاٹنے کے ہیں جو اصول اسلام سے ہٹے ہوئے ہیں۔

ایک بنیادی اور اصولی بات جو مسلمان کے حق میں قرآن نے ہمیشہ کے لیے طے کر دی ہے وہ یہ ہے کہ:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآنَ لَهُمُ الْجَنَّةُ
اللہ نے مومنوں سے ان کی جان و مال کو جنت کے
معاوضہ میں خرید لیا ہے۔

یعنی مومن ایمان لانے کے ساتھ ہی خدا کے ہاتھ فروخت ہو چکا۔ اب وہ اپنی جان و مال کا مختار نہیں رہا کہ جہاں چاہے اس جگی ہوئی چیز کو پھر فروخت کر دے یا اسے ضائع کر دے۔ اس کی جان اور مال خدا کی ملک ہے اور وہ خدا کی طرف سے اس کا امین ہے۔ خدا کی راہ میں اس کے احکام اور قوانین کے مطابق اس امانت کو قربان کر دینا تو اس کا اخلاقی فرض ہے۔ کیونکہ خرید و فروخت کا جو معاملہ وہ پہلے کر چکا ہے اسی کا منتقار یہی ہے کہ یہ مناع اب جس خریدار کی ملک ہے، اس کا منشا پورا کیا جائے۔ لیکن اگر خدا کے سوا کسی اور کے ہاتھ وہ اسے بیچتا ہے تو گو یا فروخت کی ہوئی چیز کو پھر فروخت کرتا ہے جو کھلا ہوا جرم ہے اور اگر وہ خود اپنی مرضی سے اس کو کہیں ضائع کرتا ہے تو خیانت کا مجرم ہے۔ مسلمان نے جو سودا خدا کے ساتھ کیا ہے، اور جس سودے کی بنا پر ہی وہ مسلمان بنا ہے اس کی

موسے سے مسلمان کا فرض یہ ہے کہ جان دینے اور جان لینے کے معاملہ میں وہ خدا کے قانون کی پیروی کرے۔ اور خدا کا قانون یہ ہے کہ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ۔ انسانی جان جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ہلاک نہ کرو مگر حق کی خاطر۔ اہل ایمان کی تعریف ہی قرآن میں یہ کی گئی ہے کہ لَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ۔ یعنی وہ کسی جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے، حق کے سوا کسی اور وجہ سے ہلاک نہیں کرتے۔ ان دونوں آیتوں میں جان سے مراد ہر شخص کی اپنی جان بھی ہے اور دوسرے انسانوں کی جان بھی۔ یعنی مسلمان حق کے سوا کسی دوسری غرض کے لیے نہ اپنی جان دے گا اور نہ کسی کی جان لے گا۔

پھر حق کی تصریح قرآن یوں کرتا ہے:

قَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ
الْبَدِينُ لِلَّهِ۔
ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور
جنس دین (اطاعت و فرمانبرداری کی پوری جنس) اللہ
کے لیے خاص ہو جائے۔

یعنی دنیا میں اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی و اطاعت ہونا اور کسی دوسرے کا قانون چلنا، یہ فتنہ ہے اور
: یہ فتنہ کو فرو کرنا وہ حق ہے جس کی خاطر مسلمان کو نفس انسانی جیسی محترم چیز کے ضائع اور ہلاک کرنے کا ارتکاب
کرنا چاہیے، کیونکہ دنیا میں فتنہ کا برپا ہونا قتل سے زیادہ برا ہے، وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔

اسی مطلب کے دوسری جگہ قرآن میں یوں بیان بیان کیا گیا ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا يَتْلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتْلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ
جو مومن ہیں وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں اور جو کافر
ہیں وہ طاغوت کی راہ میں۔

یہ مسلمان اور کافر کے درمیان بنیادی اور اصولی فرق ہے۔ مسلمان کا کام اس لیے لڑنا ہے کہ خدا کا کلمہ بلند
ہو، یعنی اس کا وہ قانون انسانی زندگی پر حکومت کرے جو اس نے انسانی معاملات میں عدل قائم کرنے کے لیے
اپنے انبیاء کے ذریعہ سے بھیجا ہے۔ بخلاف اس کے کافروں کا کام یہ ہے کہ وہ طاغوت یعنی سرکشی، ظلم،
زیادتی اور حد جائز سے تجاوز کرنے والوں کی اغراض کے لیے جنگ کریں۔

حدیث میں آیا ہے:

ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا کہ کوئی آدمی اس لیے لڑتا ہے کہ اسے مال ہاتھ آئے کوئی اس لیے لڑتا ہے کہ اس کی ناموری ہو۔ کوئی اس لیے لڑتا ہے کہ اس کو ممتاز مرتبہ حاصل ہو۔ ان میں سے کس کی جنگ فی سبیل اللہ ہے؟ فرمایا فی سبیل اللہ تو صرف اس کی جنگ ہے جو اس لیے لڑے کہ خدا ہی کا کلمہ بلند ہو۔

دوسری حدیث میں ہے:

ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! وہ کونسی لڑائی ہے جو اللہ کی راہ میں ہو؟ ہم میں سے کوئی تو جو جس انتقام میں لڑتا ہے اور کوئی تمہیں قوم کے جذبے سے۔ یہ سن کر آپ نے مسرٹھایا اور فرمایا جس نے جنگ اس لیے کی کہ اللہ ہی کا بول بالا ہو، بس اس کی جنگ راہ خدا میں ہے۔

اس کے برعکس جو شخص انسانوں کا بول بالا کرنے کے لیے لڑے، اور اس لیے جنگ کرے کہ کچھ انسان دوسرے انسانوں کے مقابلہ میں اپنی اغراض کامیابی کے ساتھ پوری کریں، اس کے حق میں رسول خدا کا ارشاد ہے:

قیامت کے روز ایک آدمی دوسرے آدمی کا ہاتھ پکڑے ہوئے آئیگا اور خدا سے عرض کرے گا کہ اس نے مجھے قتل کیا تھا۔ خدا پوچھے گا تو نے اسے کیوں قتل کیا؟ وہ کہے گا اس لیے کہ فلاں کی عزت اور برتری قائم ہو۔ خدا

جاء رجل الى النبي صلعم فقال
الرجل يقاتل للمغنم، والرجل يقاتل
للمذكور، والرجل يقاتل ليرى مكانه، فمن
في سبيل الله؟ قال من قاتل لتكون
كلمته الله هي العليا فهو في سبيل الله۔

جاء رجل الى النبي صلعم فقال يا
رسول الله ما القتال في سبيل الله فان
احدنا يقاتل غصبا ويقاتل حمية، و فرغ
اليه، اسه فقال من قاتل لتكون
كلمته الله هي العليا فهو في سبيل الله۔

يحيى الرجل اخذ ابيد الرجل
فيقول ان هذا قتلتني فيقول الله لكم
فنتله فيقول لتكون العزة لفلان
فيقول انها ليست لفلان فيبوء

باشمہ -
 جواب دیکھا کہ عزت اور برتری اس فلاں کا حق تو نہ تھی پھر
 اس مقتول کے گناہوں کا بوجھ اس قاتل پر لاد دیا جائیگا۔
 یہ ساری تعلیمات صاف اور واضح ہیں۔ جو کچھ ہو رہا ہے، اسلامی نقطہ نظر سے یہ سب فتنہ ہے۔ مسلمان
 اگر لڑ سکتا ہے تو اس فتنہ کو بحیثیت مجموعی مٹا دینے اور اللہ کا بول بالا کرنے کے لیے لڑ سکتا ہے۔ یہاں کہ وہ
 خود فتنہ و فساد میں کسی طرف سے جھٹلے اور کفر کے جھنڈے تلے کفر کا بول بالا کرنے کے لیے جنگ کرنے
 تو یہ کام مسلمان ہوتے ہوئے وہ نہیں کر سکتا۔ جس کو یہ حرکت کرنی ہو وہ بہتر ہے کہ مسلمان کے نام کو بڑے
 لگانے کے بجائے کھلم کھلا انہی میں جا ملے جن کا وہ بول بالا کرنا چاہتا ہے۔